علی گڑھ تحریک

انیسویں صدی کا نصف آخر مسلمانانِ ہند کی تاریخ کا انتہائی پر آشوب اور صبر آزما دور تھا۔ مسلم معاشرہ جو عرصۂ دراز سے جہل، قدامت پسندی، کورانہ تقلید لہو و لعب اور دوسرے مہلک مرض میں مبتلا تھا۔ اب سیاسی اقتدار چھن جانے کے بعد زندگی اور موت کی کشمکش سے دوچار تھا۔ مسلمانوں کی یہ زبوں حالی ۱۸۵۷ء میں نشاۃ ثانیہ کی شکل میں نمودار ہوا یہ بغاوت تاریخ کے دھارے کے رخ کو پلٹنے کی ایک ناکام کوشش تھی۔ ملک میں اس وقت جو حالات تھے اور مسلمانوں میں جو ایک قومی تنزل پیدا ہو گیا تھا، اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ یہ بغاوت ناکام ہو جائے۔

اگرچہ غدر کی ناکامی کے مصائب ہندوستانی سماج کے تمام طبقوں کو برداشت کرنا پڑا لیکن مسلمانوں پر اس کا اثر کچھ زیادہ ہی تھا۔ انگریز قوم اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھی کہ اس بغاوت کی قیادت مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو کچھ زیادہ ہی نقصان پہنچایا۔ ہزاروں مسلمان جن میں علماء اور شاہی خاندان کے افراد بھی شامل تھے تہہ تیغ کر دیئے گئے۔ مسلم قوم کو شک و شبہہ اور حقارت کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ اس طرح مسلم قوم کا مستقبل تاریک ہوگیا۔ اور کہیں سے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تھی۔

غدر کی ناکامیابی سے بڑے دوررس نتائج سامنے آئے۔ یہ محض ایک حکومت کا خاتمہ اور دوسری حکومت کی ابتدا نہ تھی بلکہ ہندوستانی عوام سیاسی، ذہنی اور معاشی طور پر غلام ہو گئے تھے ایسے حالات میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے ذریعہ چلائی گئی تحریک کی ضرورت تھی جو لوگوں میں ہمت جوش اور خوداعتمادی پیدا کر دے۔ اس کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اس تحریک کی باگ ڈور کو سنبھال سکے۔ قدرت نے اس عظیم کام کی انجام دہی کے لئے سرسید جیسے آہنی شخص کا انتخاب کیا۔

سرسید خود بھی ان آلام و مصائب کے شکار ہوئے تھے اور بہت سے دل ہلا دینے والے مناظر کے شاہد تھے ان تمام واقعات سے انہیں اتنا صدمہ پہنچا کہ ان کی آنکھوں کی نیند اڑ گئی اور بقول خود اس صدمہ سے ان کے سارے بال سفید ہو گئے۔ لیکن ایسے حالات میں بھی انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور ایک سچے مصلح اور مفکر کی حیثیت سے غور و فکر کرتے رہے۔ سرسید نے ہندوستان کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ ان کو معلوم تھا کہ ٹیپو سلطان جیسا جری اور بہادر سپاہی اور اس کی جاں نثار فوج انگریزوں کی مکاری، عیاری اور جدید ہتھیاروں کا مقابلہ نہ کر سکی تھی لہذا سرسید اس نتیجے پر پہنچے کہ انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی خودکشی کے مترادف ہوگی اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک نیا راستہ اپنایا اور وہ راستہ یہ تھا کہ انگریز حکومت کے زیر تسلط مسلم معاشرہ میں بہتری کی صورت پیدا کی جائے۔

مسلمان اور انگریزوں کے درمیان دشمنی اور نفرت کی دیوار گرا دی جائے اور سیاسی اور مذہبی اختلافات کو ختم کیا جائے، عیسائی مشنریوں کے حملوں سے اسلام کا تحفظ کیا جائے۔ اسلامی تعلیمات کو از سر نو جدید علوم، سائنس اور فلسفہ سے ہم آہنگ کیا جائے جس سے تعلیم یافتہ مسلمان اسلامی عقائد کو قائم رکھتے ہوئے نئے تقاضوں کو سمجھیں اور ان کا حل نکالیں مسلمانوں

کو انگریزی تعلیم اور مغربی علوم سیکھنے کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ حکمراں طبقہ کی برابری کر سکیں۔ انگریزی کے ساتھ اردو کو ایک معاون زبان کا درجہ دلایا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب جدید علوم اور سائنس کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرایا جائے۔ اسی مشن کی کامیابی کے لئے سرسید نے اپنی عمر کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا۔ مسلم معاشرہ کی یہی اصلاحی اور تجدیدی تحریک "علی گڑھ تحریک" کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ ایک ہمہ گیر تحریک تھی۔ اس تحریک کا مسکن علی گڑھ کو بنایا گیا۔

بغاوت کے بعد سرسید نے سب سے پہلا کام "اسباب بغاوت ہند" کی تالیف کی شکل میں کیا۔ اس مختصر کتابچے کے ذریعہ انہوں نے انگریزوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ اس بغاوت کے نہ تو مسلمان ذمہ دار ہیں اور نہ ہی ہندوستانی قوم بلکہ خود انگریزوں کی غلط حکمت عملی اس کی ذمہ دار تھی۔ انگریزوں کی غلط فہمیاں جو مسلمانوں کے خلاف تھیں اسے دور کرنے کے لیے انہوں نے رسالہ "خیر خواہان مسلمان" لکھا۔ ۱۸۶۹ء میں انہوں نے ایک طویل مضمون "احکام طعام اہل کتاب" لکھا جس میں انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں کے لئے انگریزوں کے ساتھ کھانا اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔

علی گڑھ تحریک کا ایک اہم پہلو مذہبی اور سماجی اصلاحات ہیں۔ اسلام کی تعمیر نو جیسے اہم کام میں سرسید نے شاہ ولی اللہ کی تحریک سے فیضان حاصل کیا۔ سرسید نے محسوس کیا کہ موجودہ زمانہ سائنس اور دیگر علوم عقلیہ کا ہے۔ اس لئے اسلامی تعلیمات کی تشریح اس طرح ہونی چاہیے کہ اس میں جدید علوم وفلسفہ کی رعایت رکھی جائے۔ اسلام کے بارے میں سرسید کا یہ تصور تھا کہ اس میں اتنی وسعت اور ہمہ گیری ہے کہ وہ ہر زمانے کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے۔ سرسید نے اپنی اصلاحی تحریک کے دوران ۱۸۷۰ء میں رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا۔

تعلیم کے میدان میں سرسید نے سہ طرفی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اس کے لیے انہوں نے سائنٹفک سوسائٹی، محمڈن اینگلو اورینٹل کالج اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو قائم کیا۔ ان کا مقصد یورپی زبانوں کی کتابوں کا ترجمہ ہندوستانی زبانوں میں کرنا، ہندوستانی عوام کو سائنس اور جدید علوم کی تعلیم دینا اور طلبہ میں اعتدال پسندانہ نقطۂ نظر پیدا کرنا، انگریزی تعلیم سے بہرہ ور کرنا، ایجوکیشنل کانفرنس کے ذریعہ سالانہ جلسے کا اہتمام کرانا اور انگریزی تعلیم کی اہمیت کو واضح کرنا، مسلمانوں کی پستی کے اسباب کا جائزہ لینا اور ان کو دور کرنے کے لیے اقدامات تجویز کرنا تھا۔

اردو زبان وادب کی ترقی وترویج کے سلسلے میں بھی علی گڑھ تحریک کی خدمات ناقابل فراموش

ہیں۔ ۱۸۴۰ء میں انہوں نے اردو قواعد پر رسالہ تالیف کیا اور اس میں عبارت کے لئے اعراب اور اصول و قواعد مقرر کئے۔ یہ اردو میں اپنی نوعیت کا واحد کام تھا۔ سرسید کا ایک اور اہم کارنامہ اردو ٹائپ کو رواج دینا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی 'الہلال'، اور 'البلاغ' کیلئے ٹائپ ہی کو ترجیح دی۔

علی گڑھ تحریک بنیادی طور پر ایک تعلیمی تحریک تھی جس کا مقصد ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنی نشاۃ ثانیہ کرنا تھا۔ سرزمین ہند کی نئے طرز پر آبیاری کی جارہی تھی۔ اس کام کو کرنے کا فخر علی گڑھ کو حاصل ہوا۔ اور جدید ہندوستان کی تعمیر میں کلیدی رول ادا کیا۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ علی گڑھ تحریک ایک ہمہ جہتی تحریک تھی جس نے زندگی کے تمام روشن پہلوؤں کو اپنے اندر سمو لیا۔ اسے "سرسید تحریک" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ تحریک کے اوائل میں تو اس کے بہت سارے مخالفین پیدا ہوئے، لیکن رفتہ رفتہ اس عہد کی تمام عظیم شخصیتیں مثلاً مولانا حالی، شبلی، ذکاء اللہ، محسن الملک وغیرہ بھی اس کے ساتھ ہوگئیں۔ بقول شاعر ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر　　لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

ان لوگوں نے سرسید کی دستگیری کی۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے ان کی مدد کرتے رہے۔

علی گڑھ تحریک کا دوسرا دور سرسید کے انتقال کے بعد شروع ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں کالج یونیورسٹی میں تبدیل ہوگئی۔ تیسرا دور ۱۹۲۰ء سے شروع ہوکر ۱۹۴۷ء کے ملک کی تقسیم پر ختم ہوتا ہے۔ چوتھا دور ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی آزادی سے شروع ہوتا ہے۔

علی گڑھ تحریک بنیادی طور پر تعلیمی اور ثقافتی تحریک تھی۔ اس نے جدید تعلیم کی مدد سے اپنے طلباء میں غور و فکر کی صلاحیت پیدا کی۔ علی گڑھ نے جدید ہندوستان کی تعمیر میں ایک مثبت رول ادا کیا۔ اس تحریک نے ہندوستانی عوام خصوصاً مسلمانوں کو ایک نئی صبح کے طلوع ہونے کا پیغام دیا۔ اس طرح یہ تحریک ماضی میں ایک درخشاں باب کی حیثیت رکھتی ہے۔

⁂ ⁂ ⁂